

AL-AẒVĀ الاضواء
ISSN 2415-0444 ;E 1995-7904
Volume 34, Issue, 51 , 2019
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan

اصلاحِ معاشرہ اور قرآنی اصول احکام؛ ایک تجزیاتی مطالعہ

Social Reformation and Qur'ānic Code of Conduct (An Analytical Study)

غلام حسین بابر*

Abstract:
The Holy Qur'ān is a divine book of Almighty that is beyond any doubt and defect. This is full of knowledge and wisdom for humanity that provide the solution of their internal and external problems. The Holy Qur'ān has laid down the fundamentals and golden principles for the betterment of the society that ensures the basic human rights, protections of self-respect and human dignity. It also eliminates social evils like ridiculous remarks, picking faults, spying, bad nick names, negative approaches and back biting that violate the human rights. This article presents and ideal society of human being in Qur'ānic perspectives.

Key Words: Social Reformation, Islamic Social Sciences, Qur'ānic Teachings.

قرآن مجید وہ تاریخی کتاب ہے جو اپنی تمام تر نسبتوں کے اعتبار سے معجزہ ہے اور اس معجزاتی کتاب کو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین کے ذریعے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل کیا ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر "کلام اللہ" ہے اور اس کلام کی نظیر بھی دنیا میں ممکن نہیں ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات تمام عیوب سے پاک ہے اسی طرح یہ کتاب بھی ہر نوع کے عیوب و نقائص سے مبرا ہے یہ کتاب اصول و احکام کی نسبت کے اعتبار سے جامع، کامل اور عالمگیر خصائص کی حامل ہے۔ اقداماتِ خداوندی کی بدولت یہ کتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ بنادی گئی ہے۔ تاریخی حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ کتاب ہر طبقہ انسانی کے لئے کتابِ ہدایت ہے اور دستورِ حیات کا درجہ رکھتی ہے۔ ایمانیات، عبادات، اخلاقیات، معاملات، معاشیات، معاشرت، معیشت، سیاست، صلح و جنگ اور انسانی زندگی کے سبھی پہلوؤں سے متعلق رہنما اصول کی حامل ہے۔ قرآن مجید اپنی اصلیت کے اعتبار سے "تبیاناً

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بارانی زرعی یونیورسٹی راولپنڈی، پاکستان

لِکلِ شیٔ" ہے۔ لیکن اپنے موضوعات کے اعتبار سے یہ توحید، تذکیر اور دینی اصول و احکام پر مشتمل ہے۔ البتہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی مشہور کتاب "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" میں قرآن کے معانی و مضامین کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ جنہیں علوم خمسہ (علم الاحکام، علم المخاصمہ، علم التذکر بآلاءاللہ، علم التذکر بایام اللہ اور علم تذکر بالموت ومابعدہ) کہاجاتاہے۔

قرآن مجید ایک منفرد کتاب ہے جو انسانی اصلاح اور تزکیہ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے کلام اللہ کے اثرات و برکات سے انسانی معاشرے میں پائی جانے والی سماجی برائیاں قتل وغارت، چوری، ڈکیتی، بدیانتی، ظلم اور فسق وفجور کا خاتمہ ہوتاہے اور اس کے ساتھ تمام روحانی و قلبی بیماریاں کفروشرک، غرور و تکبر، نفرت، تعصب، حسد، حرص، لالچ اور بخل وغیرہ کا بھی خاتمہ ہوتاہے اور انسانی معاشرے اور انسانی قلوب میں پاکیزگی رواج پاتی ہے۔ یقیناوہ لوگ جو ایمان کی دولت سے مالامال ہوتے ہیں اس کتاب کے ذریعے سے اللہ کی ہدایت طلب کرتے ہیں ان کے لئے یہ کتاب ہدایت اور شفاکاسرچشمہ بنتی ہے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿يَأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾(۱)

"لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفاءاور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت آپہنچی ہے"۔

قرآن مجید کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ نزولِ قرآن سے قبل انسانیت ظلمت اور تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی، عرب معاشرہ اخلاقی انحطاط کا شکار تھا، سماجی بے انصافی عروج پر تھی۔ انسانیت کی تعظیم ختم ہوکر رہ گئی تھی۔ طاقتور کمزور طبقات کو غلام بنا کر ان سے تمام انسانی حقوق چھین لیتے تھے۔ جاہلانہ، کافرانہ اور مشرکانہ روش عام تھی۔ اقتصادی، اخلاقی اور معاشرتی بے اعتدالی کا راج تھا۔ انسانیت، ہمدردی، غم گساری اور عفوودرگزر جیسی اعلیٰ روایات سے محروم ہوچکی تھی۔ انتقام، بدلہ اور جنگ کے رویے عام تھے۔ مگر جب نور قرآن کے نزول کا آغاز ہوا اور انسانیت ظلمت اور اندھیروں سے نکل کر علم کے انوار سے منور ہوئی تو ایسی اعلیٰ اخلاقی اور معاشرتی اقدار وروایات کا فروغ ہوا کہ قیامت تک انسانیت ان کو ایک مثال کی حیثیت سے اختیار کرتی رہے گی اور قرآن کا متعین کردہ راستہ ہمیشہ ایک صراطِ مستقیم کے طور پر موجود رہے گا:

﴿الٓر كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ ٱلنَّاسَ مِنَ ٱلظُّلُمَاتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَاطِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْحَمِيدِ﴾ (۲)

قرآن مجید دنیا کی ایک منفرد کتاب ہے جس میں پوری انسانیت کے لئے تمام اخلاقی، معاشرتی اور عالمی قوانین موجود ہیں۔ یہ کتاب اصول وضوابط کے اعتبار سے ”اقوم“ ہے یعنی فطری ضابطوں کی حامل ہے۔ اس حقیقت کا ذکر خود قرآن مجید میں موجود ہے:

﴿إِنَّ هَٰذَا ٱلْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ ﴾ (۳)

”بے شک قرآن ایک ایسے راستے کا تعین کرتا ہے جو سیدھا اور متوازن ہے“۔

قرآن مجید اپنی اصل حیثیت کے اعتبار سے میزان بھی ہے کیونکہ اس کے نزول کی ایک بڑی وجہ عدل کا قیام ہے۔ اس کتاب مقدس میں تمام معاشی، معاشرتی اور اخلاقی عدل وانصاف کے اصول وضوابط انتہائی جامعیت سے موجود ہیں تاریخ کے ہر دور میں یہ کتاب انسانیت کے لئے ایک ”کسوٹی“ اور ”پیمانے“ کا کردار ادا کرتی رہی ہیں۔ یہی وہ بنیادی وجہ ہے جس کے سبب لوگ ہدایت اور صراطِ مستقیم پاتے رہے ہیں اپنی اصل کے اعتبار سے یہ کتاب لوگوں کے لئے نور اور ہدایت کا سرچشمہ ہے اس حقیقت کا ذکر خود قرآن میں موجود ہے:

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ يَهْدِي بِهِ ٱللَّهُ مَنِ ٱتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ ٱلسَّلاَمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ ٱلظُّلُمَاتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾(۴)

”بے شک تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے جس سے خدا اپنی رضا پر چلنے والوں کے نجات کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیرے میں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور ان کو سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔“

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِيَ أُنْزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ ٱلْهُدَىٰ وَٱلْفُرْقَانِ﴾ (۵)

” (روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن (اول اول) نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور جس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور جو (حق وباطل) کو الگ الگ کرنے والا ہے“۔

قرآن مجید اپنی حیثیت کے اعتبار سے ہدایت کا ایسا مرقع ہے جس میں ازل سے نازل ہونے والی ہدایت جمع کر دی گئی ہے اور یہ قرآن اپنی تمام تر نسبتوں کے اعتبار سے خیر اور رحمت کا مجموعہ ہے۔

﴿وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَابَ بِٱلْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ ٱلْكِتَابِ وَمُهَيْمِناً عَلَيْهِ﴾(۶)

"اور (اے پیغمبر) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان پر نگہبان ہے"۔

جہاں یہ کتاب تمام انسانیت کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے وہاں پر یہ سرچشمہ ہدایت تاریخی اعتبار سے محفوظ ہے اور الہامی اقدامات کی بدولت تاقیامت محفوظ رہے گا۔

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (۷)

"بیشک یہ (کتاب) نصیحت ہم نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں"۔

قرآن مجید کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ یہ "الفرقان" ہے اپنی بنیادی تاریخی حیثیت، دلائل، حدودو قیود اور احکام و فرائض کی نسبت سے حق، باطل، حلال و حرام، معروف و منکر اور نفع و نقصان میں فرق کرنے والی ہے۔

﴿تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيراً﴾ (۸)

"اور (خدائے عزوجل) بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ اہلِ علم کو ہدایت کرے"۔

قرآن مجید کا ایک خاص پہلو "الذکر" بھی ہے کیونکہ اس کتاب میں امم سابقہ کے قصص کو بیان کرکے انسان کو نصیحت کے ساتھ یہ بھی باور کرایا گیا ہے کہ اس کا ایک خاص مقصد حیات ہے اور انسان کو ہمیشہ اپنے مقصدِ حیات کو سامنے رکھنا چاہیے قرآن کا تذکر بایام اللہ کا پہلو اصلاح اور اپنے مقصدِ حیات سے جڑنے کا اے ک اہم ذریعہ ہے۔

﴿لَقَدْ أَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ كِتَاباً فِيهِ ذِكْرُكُمْ﴾ (۹)

"بے شک ہم نے تمہاری طرف کتاب اتاری ہے جس میں تمہارے لئے ذکر ہے۔"

﴿ وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ﴾ (10)

"اور یہ قرآن تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے ذکر ہے اور عنقریب تم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا"۔

قرآن مجید کے منفرد ہونے کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ یہ کسی کی تصنیف نہیں ہے اور نہ ہی یہ کسی فلسفی کی فلسفیانہ کتاب ہے بلکہ یہ "منزل من اللہ" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے خاص حکمت سے تدریجاً نازل کیا ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلب کو تقویت حاصل رہے۔ لوگ آسانی سے قرآن کو پڑھ اور حفظ کر سکیں اور قرآنی اصول و احکام کا عملاً نفاذ ہو سکے۔

﴿ تَنزِيلُ ٱلْكِتَابِ مِنَ ٱللَّهِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْحَكِيمِ ﴾(11)

"اس کتاب کا اتارا جانا خدائے غالب اور حکمت والے کی طرف سے ہے"۔

﴿ تَنزِيلُ ٱلْكِتَابِ لاَ رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ ٱلْعَالَمِينَ ﴾ (12)

"اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہان کے پروردگار کی طرف سے ہے"۔

قرآن مجید اپنی بنیادی حیثیت کے اعتبار سے دستورِ حیات ہے۔ اصول وضوابط اور قواعد کا مجموعہ ہے یقیناً ان اصول و قواعد کو سمجھنے کے لئے یقین کامل اور جامع مطالعہ کی ضرورت ہے۔

قرآن کی بنیادی حیثیت اور اس کے حقائق کو سمجھنے کے لئے ایمان، عقیدت اور تعظیم کے پہلوؤں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ عقیدت اور احترام کے پہلوؤں کے بغیر اسلامی اصول و احکام کو سمجھنا بہت مشکل ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید ایک معجزہ ہے اور معجزات کے ادراک کے لئے ایمان اور یقین کی کیفیات کا ہونا لازمی امر ہے یہ وہ معجزاتی کتاب ہے جس میں دعوت اور ہدایت کے پہلو کاملیت اور جامعیت کے ساتھ موجود ہیں جن کی بدولت انسانوں کو ابدی سعادت حاصل ہوتی ہے اور انسان کی ظاہری اور باطنی تطہیر کا عمل فروغ پاتا ہے اس کتاب ہدایت کے اثرات کے نتیجے میں انسان کے فکر وخیال، عقیدہ ورجحان اور عمل و کردار کی تعمیر حقائق کی بنیاد پر ہوتی ہے اور انسان دنیا وآخرت میں اللہ کی خوشنودی اور رضا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

قرآن مجید ایک ایسے ضابطہ حیات کا تعین کرتا ہے جس میں خالص "عقیدہ اور کردار" کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ قرآن مجید انسانیت کے لئے ایک ایسے راستے کا تعین کرتا ہے جس میں قوم، قبیلے، رنگ، نسل اور خاک وخون کے سبھی تعصبات مٹادیے گئے ہیں۔

﴿ يَٰأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾ (13)

"لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے قائم بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے بیشک خدا سب کچھ جاننے والا اور سب سے خبردار ہے۔"

قرآن مجید تعصبات کو مٹا کر "شرف انسانیت" کی بنیاد پر معاشرے کی تعمیر و تشکیل کا پیمانہ وضع کرتا ہے۔ جس میں اعلیٰ اخلاقی محاسن کا تعین بھی کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انتہائی وضاحت کے ساتھ شرف انسانیت کو مجروع

کرنے والے عوامل کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ انسانی جذبات و احساسات، افکار و نظریات اور اخلاق و کردار کو مجروح کرنے والے کئی عوامل کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے جن میں چند ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ شرک کی ممانعت:

قرآن مجید میں جس انسانی رویے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کسی بھی نسبت سے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور صفات کے تقاضوں میں شرک نہ کرے۔ کیونکہ شرک پر مبنی رویہ نہ صرف انسان کو خدا کا باغی بناتا ہے بلکہ انسان انسانیت کے ساتھ بھی ظلم اور بغاوت پر مبنی رویے کو اختیار کر لیتا ہے جو بالآخر اس کی ذلت اور تباہی کا سبب بنتا ہے جیسا کہ ماضی کی کئی قوموں کے ساتھ ہو چکا ہے۔ اسی لئے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے سب سے پہلا پیغام یہ دیا تھا:

﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يٰبُنَيَّ لاَ تُشْرِكْ بِٱللَّهِ إِنَّ ٱلشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (14)

"اور (اس وقت کو یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا خدا کے ساتھ شرک نہ کرنا، شرک بہت بڑا ظلم ہے"۔

۲۔ غرور و تکبر کی ممانعت:

قرآن مجید میں کئی مقامات پر انسان کو اس امر کی تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنے اجتماعی رویوں میں عاجزی کو اختیار کرے اور کسی بھی نسبت سے مخلوقِ خدا کے ساتھ غرور و تکبر کا رویہ اختیار نہ کرے کیونکہ غرور و تکبر پر مبنی رویہ اللہ تعالیٰ کو کسی بھی صورت پسند نہیں ہے۔

﴿ وَلاَ تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلاَ تَمْشِ فِي ٱلأَرْضِ مَرَحاً إِنَّ ٱللَّهَ لاَ يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ (15)

"اور (ازراہ غرور) لوگوں سے گال نہ پھلانا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا۔ کہ خدا کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا"۔

﴿وَٱقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَٱغْضُضْ مِن صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ ٱلأَصْوَاتِ لَصَوْتُ ٱلْحَمِيرِ﴾(16)

"اور اپنی چال میں اعتدال کئے رہنا (بولتے وقت) آواز نیچی رکھنا کیونکہ (اونچی آواز گدھوں کی سی ہے اور کچھ شک نہیں کہ) سب سے بُری آواز گدھوں کی ہے"۔

۳۔ لغویات سے دور رہنا:

قرآن مجید میں اہلِ ایمان کو اس امر کی تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں لغویات سے احتراز برتا کریں۔ اور کسی بھی ایسی سوچ، رویے، طرزِ عمل، عادات اور اخلاق و کردار کو اختیار نہ کیا کریں جن میں لغویات اور جاہلیت کا کوئی پہلو نظر آتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک خاص مقصد کے تحت تخلیق کیا ہے اور انسان کو ہمیشہ اپنے مقصدِ حیات کو سامنے رکھنا چاہیے اگر انسان اپنی زندگی میں غیر ضروری رویوں اور طرزِ عمل کو اختیار کرے گا اس کی زندگی جانوروں سے بھی بدتر ہو جائے گی اس لئے اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو لغویات سے دور رہنے کو لازمی قرار دیتا ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ هُمْ عَنِ ٱللَّغْوِ مُّعْرِضُونَ﴾ (17)

"اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑتے رہتے ہیں"۔

﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الجَاهِلُونَ قَالُواْ سَلاَماً﴾ (18)

"اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں"۔

﴿وَإِذَا مَرُّواْ بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِراماً﴾ (19)

"اور جب بے ہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوتا ہے تو بزرگانہ انداز سے گزرتے ہیں"۔

۴۔ تمسخر نہ اڑانا:

قرآن مجید میں اہلِ ایمان کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے رویے اور طرزِ عمل میں "تمسخر" کے پہلو کو اختیار نہ کریں، کیونکہ ہر انسان چاہے وہ مرد ہے یا عورت، امیر ہے یا غریب، اس کی تخلیق عزت و وقار کے ساتھ کی گئی ہے اور اسلام کسی انسان کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ دوسرے انسان کے بارے میں منفی رویہ اختیار کرے اسلامی تعلیمات میں تمسخر اور کسی کو حقیر بنانے کے سبھی رویے مسترد کر دیے گئے ہیں اور صرف اور صرف انسانی تعظیم کے پہلوؤں کو رواج دینے کی بات کی گئی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿يٰأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُواْ لاَ يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُواْ خَيْراً مِّنْهُمْ﴾ (20)

"مومنو! کوئی قوم کسی قوم کا تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے وہ ان سے اچھی ہوں"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی تمسخر اور مذاق (جس میں حقارت کا پہلو ہو) کو عرب معاشرے سے ختم کیا تھا اور اعلیٰ اخلاقی روایات کو فروغ دیا تھا اور انسانی تعظیم و تکریم کو معاشرے کی ایک اہم بنیاد بنایا تھا۔

۵۔ عیب جوئی کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ کی صفات میں ایک اہم صفت "ستارالعیوب" کی ہے کہ وہ انسانی عیوب پر پردہ ڈالنے والی ذات ہے۔ ہر عیوب اور نقائص سے مبرا ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اس بات کی تلقین کی ہے کہ وہ کسی بھی دوسرے انسان کے عیوب اور بشری کمزوریوں کو لوگوں کے سامنے بیان نہ کیا کریں بلکہ انسانی کمزوریوں پر پردہ ڈالا کریں۔ کسی کے عیوب پر پردہ ڈالنا اعلیٰ اخلاق کی علامت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ اہلِ ایمان کو یہ حکم دیا ہے:

﴿وَلاَ تَلْمِزُوٓاْ أَنفُسَكُمْ وَلاَ تَنَابَزُواْ بِٱلأَلْقَابِ بِئْسَ ٱلاسْمُ ٱلْفُسُوقُ بَعْدَ ٱلإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُوْلَٰئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ﴾ (21)

"اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا بُرا نام رکھو ایمان لانے کے بعد بُرا نام (رکھنا) گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں"۔

اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو عیب جوئی سے دور رہنے کے ساتھ ساتھ کسی کو بُرالقب دینے سے بھی منع کرتا ہے اور اس طرزِ عمل کو (یعنی کسی کو بُرالقب دینا) فسق (کھلی برائی) اور ظلم قرار دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عرب کے علاقے میں جس مثالی معاشرے کی بنیاد رکھی تھی اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اپنے صحابہ کو اچھے القابات سے نوازہ تھا مگر وہ القاب ایسے تھے جن میں اعلیٰ اخلاقی قدروں کا عکس موجود تھا۔ صدیق، فاروق، غنی، اسد اللہ، سیف اللہ، صدیقہ، طاہرہ، ذکیہ جیسے القاب سے اپنے صحابہ کو نواز کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمارے لئے ایک اعلیٰ مثال اور نمونہ پیش کیا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی لقب سے نوازنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ایسے لقب کا انتخاب کرے جو کسی اعلیٰ کردار کی غمازی کرتا ہو، مگر کسی بھی صورت میں کسی دوسرے انسان چاہے وہ مرد ہو یا عورت، امیر ہو یا غریب، مسلمان ہو یا غیر مسلم، کسی کو بھی بُرے لقب سے نہیں پکارنا ہے۔ کیونکہ ایسا منفی طرزِ عمل ظلم اور تکبر کی علامت ہوتا ہے جو اللہ کو کسی بھی صورت قبول نہیں ہے۔

٦۔ بدگمانی سے بچنا:

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر انسان بیک وقت دو جہانوں میں زندگی گزارتا ہے ایک جہاں ہے جس میں انسان دیکھتا، سنتا اور چلتا پھرتا ہے یہ جہاں اپنی حیثیت کے اعتبار سے بہت اہم ہے مگر اس سے بھی اہم

جہان "تصورات کا جہان" ہے جس میں انسان خیالات، تصورات اور نظریات کو پروان چڑھاتا ہے۔ تصوراتی جہان میں اگر انسان اچھے گمان کو اختیار کرے تو یہ اچھا گمان انسان کو اچھے عمل اور اچھے کردار کی طرف لے جاتا ہے اور اگر تصوراتی دنیا میں انسان بُرے گمان کو اختیار کرلے تو یہ بُرا گمان انسان کو برے کردار کی طرف لے جاتا ہے جو آخرکار انسان کی ذلت اور تباہی پر جاکر ختم ہوتا ہے اس لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو اس بُرے طرزِ عمل سے بچنے کی تلقین کرتا ہے:

﴿يٰأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُواْ ٱجْتَنِبُواْ كَثِيراً مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ وَلاَ تَجَسَّسُواْ﴾ (22)

"اے اہلِ ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو"۔

بدگمانی کے ساتھ خفیہ طریقے سے کسی انسان کی ذاتی زندگی کے معاملات کی جان کاری نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ چھپ چھپ کر اور خفیہ انداز میں کسی کے ذاتی اور گھریلو معاملات کو جاننا بُرائی اور فسق میں شمار ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہِ وسلم نے بھی ایسی بُری عادات سے بچنے کی تلقین کی تھی۔

۷۔ غیبت کی ممانعت:

کسی کی عدم موجودگی میں کسی کی بُرائی لوگوں کے سامنے بیان کرنا غیبت کہلاتا ہے۔ غیبت ایک سماجی برائی ہے کیونکہ اس عمل سے لوگوں میں نفرت تعصب اور عداوت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ غیبت معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔ جس معاشرے میں لوگ ایک دوسرے کی غیبت کرنے والے ہوں گے اس معاشرے میں عزو شرف، الفت اور سکون و اطمینان ناپید ہو جائے گا۔ غیبت ایک بُری عادت ہے۔ اگر انسان میں یہ عادت فروغ پا جائے تو پھر انسان کا مجموعی کردار مسخ ہو کر رہ جاتا ہے۔ غیبت دیگر کئی اخلاقی بیماریوں، غرور و تکبر، بغض، کینہ، حسد، ظلم، فسق و فجور اور بے رحمی وغیرہ کا سبب بھی بنتی ہے اسی لیے قرآن مجید میں غیبت کو ایک بہت ناپسندیدہ جرم قرار دیا گیا ہے۔

﴿وَلاَ يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ﴾(23)

"اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس سے تو تم ضرور نفرت کروگے (تو غیبت نہ کرو)"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہِ وسلم نے بھی اپنی اخلاقی تعلیمات میں غیبت، بہتان تراشی اور چغلی کی سخت ممانعت کی ہے۔ عصرِ حاضر میں معاشرتی عدم استحکام کی ایک بڑی وجہ غیبت ہے نقالی اور تحقیر آمیز کلمات ہیں اس لئے ان اخلاقی برائیوں سے اپنا دامن بچانا بہت لازم اور ضروری ہے۔ غیبت کے منفی اثرات سے لوگوں کو آگاہ کرنا

بالخصوص عورتوں اور بچوں کو بہت اہم ہے تاکہ ہمارا معاشرہ تمام نسبتوں کے اعتبار سے اخلاقی بیماریوں سے محفوظ رہ سکے۔

۸۔ جلد بازی کی ممانعت:

قرآن مجید میں اہلِ ایمان کو اس امر کی تلقین کی گئی ہے کہ وہ کبھی جلد بازی پر مبنی کسی ایسے رویے کا اظہار نہ کریں جو کسی کے لئے تکلیف یا نقصان کا باعث ہو۔ سنی سنائی باتوں، من گھڑت افواہوں اور جھوٹی خبروں کو بنیاد بنا کر انسان کو اپنے طرزِ عمل کبھی ترتیب نہیں دینا چاہیے۔ بلکہ سنجیدگی، وقار اور متانت کو بنیاد بنانا چاہیے۔ عصرِ حاضر کا یہ ایک بڑا المیہ ہے کہ اکثر لوگ افواہوں پر یقین کر کے اپنے رویوں کا اظہار کرنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر اسلام کی اعلیٰ معاشرتی اور اخلاقی قدریں مجروح ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ دلوں میں نفرت اور باہمی تعلقات میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسلام حقیقت پسندی کے رجحانات اور رویوں کو اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے اسلام نے جلد بازی اور غیر سنجیدہ رویوں کے بارے میں واضح احکامات دیے ہیں کہ اہلِ ایمان کو ان سے اپنا دامن بچا کر رکھنا چاہیے۔

﴿ يٰأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيببُواْ قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾ (24)

"مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو۔ پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے"۔

اگرچہ تحقیق کو اسلامی تاریخ میں ایک بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے لیکن عصرِ حاضر کا ایک بہت بڑا معاشرتی تقاضا یہ ہے کہ لوگ اپنے اجتماعی رویوں میں تحقیق، تصدیق اور حقیقت پسندی کے رجحان کو اختیار کریں۔ جلد بازی اور جذباتیت کی بنیاد پر اپنے اخلاق و کردار کی تعمیر نہ کریں کیونکہ جلد بازی کی بنیاد پر ترتیب پانے والا کردار یقیناً کج روی اور ضعف پر مبنی ہو گا۔ اس لئے اسلام جلد بازی کے مقابل غور و فکر، تصدیق اور سنجیدگی کو اختیار کرنا کا حکم دیتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں (عباد الرحمن) کی اہم صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کبھی اندھیروں اور بہروں کی طرح زندگی نہیں گزارتے بلکہ وہ غور و فکر اور حقائق کو بنیاد بنا کر زندگی گزارتے ہیں۔

﴿وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُواْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّواْ عَلَيْهَا صُمّاً وَعُمْيَاناً﴾(25)

"اور وہ کہ جب ان کو پروردگار کی باتیں سمجھائی جاتی ہیں تو ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ غور و فکر سے سنتے ہیں)"۔

۹۔ اخلاقی اور معاشرتی تضادات کی ممانعت:

اسلام ایک فطری دین ہے اور تمام نسبتوں کے اعتبار سے انسانوں سے فطری رویوں کا تقاضا کرتا ہے۔ حقیقت پسندی کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی سوچ، قول اور فعل میں یکسانیت اختیار کرے۔ اگرچہ عموماً قول و فعل کی مطابقت کی بات کی جاتی ہے مگر قول و فعل کے ساتھ فکر کی مناسبت کا ہونا بھی بہت ضروری امر ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اگرچہ قول و فعل میں یکسانیت کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے لیکن اسلامی تعلیمات میں فکر، نظریہ اور عقیدہ کی درستگی اور پختگی کو بھی اولین تقاضا قرار دیا گیا ہے اور قرآن مجید میں نظریے اور عقیدے کی کمزوری کو مکڑی کے گھر سے تشبیہہ دی گئی ہے جو سبھی گھروں میں سب سے کمزور گھر ہوتا ہے اور عقیدہ اور نظریہ کی پختگی کو ایک مضبوط رسی سے تشبیہہ دی گئی ہے جو کبھی نہ ٹوٹنے والی ہوتی ہے لیکن عقیدہ کی مضبوطی کے ساتھ اہلِ ایمان کے اخلاقی اور معاشرتی کردار کا ایک نمایاں پہلو یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے قول و فعل میں مطابقت رکھتے ہیں کیونکہ قول و فعل میں مطابقت کا ہونا ایک اعلیٰ کردار کی غمازی کرتا ہے۔ قول و فعل میں مطابقت کا نہ ہونا ہی کج روی، اخلاقی ضعف اور نفاق کی نشانیوں میں ایک اہم نشانی ہوتی ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں اہلِ ایمان کو اس طرزِ عمل سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿ يٰأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُواْ لِمَ تَقُولُونَ مَا لاَ تَفْعَلُونَ، كَبُرَ مَقْتاً عِندَ ٱللَّهِ أَن تَقُولُواْ مَا لاَ تَفْعَلُونَ ﴾ (26)

"مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے خدا اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں"۔

اسلامی تعلیمات میں نہ صرف اخلاقی اور معاشرتی تضاوات کی ممانعت کی گئی ہے بلکہ معاشی تضادات کی بھی حوصلہ شکنی کی گئی ہے اور یہ اسلام کے نظامِ حیات کے اعتدال و توازن کا ایک نمایاں پہلو ہے کہ ایک بندہ مومن جہاں اپنے طرزِ حیات میں اعتدال اور توازن کا مظاہرہ کرے وہاں پر وہ اپنے معاشی معاملات میں بھی میان روی کے چلن کو اختیار کرے۔ کیونکہ یہی اعتدال اور میانہ روی کی روش انسان کو غربت، محتاجی اور تنگ دستی سے بچا سکتی ہے اور اللہ کے نیک لوگ (عباد الرحمن) اسی اعتدال کے چلن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

﴿وَٱلَّذِينَ إِذَآ أَنفَقُواْ لَمْ يُسْرِفُواْ وَلَمْ يَقْتُرُواْ وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَاماً﴾ (27)

"اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بیجا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم"۔

۱۰۔ تشدد کی ممانعت:

اسلام امن، سلامتی، عقیدت اور احترام کا دین ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ظلم، ناانصافی، اور تشدد کے تمام پہلوؤں کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے اور ہر انسان کو آزاد حیثیت سے زندہ رہنے کا حق دیا گیا ہے۔ زندگی کے تحفظ کا حق اساسی نوعیت کا ہے جس کے لئے اسلام نے باقاعدہ حدود کا تعین کیا ہے اور ان حدود کی خلاف ورزی کرنے والے کو اسلام سزا دینے کا اعلان کرتا ہے۔

﴿ وَلاَ يَقْتُلُونَ ٱلنَّفْسَ ٱلَّتِى حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلاَّ بِٱلْحَقِّ﴾ (28)

"اور جس جاندار کو مار ڈالنا خدا نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق (یعنی شریعت کے حکم سے)"۔

کسی بے گناہ انسان کا قتل عظمتِ انسانی اور شرف انسانی کی کھلی خلاف ورزی ہے قتل و غارت کی وجہ سے فتنہ و فساد، بدامنی اور عدم تحفظ کو فروغ حاصل ہوتا ہے اور معاشرہ تباہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسلامی اصول و احکام میں کسی کو ناحق قتل کرنے کے عمل کو اسلام پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے۔

﴿مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِى ٱلأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعاً وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعاً﴾ (29)

"جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا"۔

اسلامی تعلیمات میں اس بات کا تعین کیا گیا ہے کہ ہر انسان کی جان محترم ہے اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ انسانی زندگی کے لئے خطرہ بنے۔ اسلام تمام نسبتوں کے اعتبار سے انسانی تحفظ کو یقینی بناتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں کے جان، مال اور عزت کے تحفظ کے لئے بہت زیادہ اقدامات اٹھائے تھے اور اس امر کو یقینی بناتا تھا کہ لوگ ایک دوسرے کی جان کا احترام کریں۔ آج کے دور میں تشدد، قتل و غارت اور فساد کے کئی پہلو معاشرے میں نظر آتے ہیں لوگ عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ معاشرتی امن ناپید ہے۔ ظلم اور تاریکی کا راج ہے، فتنے اور مشکلات سے بچ نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے جس کا تعین قرآن مجید نے کیا ہے وہ انسانی تعظیم، وقار اور سلامتی کا راستہ ہے۔

۱۱۔بد چلنی کی ممانعت:

اسلام پاکیزگی کا دین ہے اور پاکیزہ اخلاق و کردار کا ضامن ہے۔ اہلِ ایمان کے لئے جن اخلاقی آداب کا تعین کیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے عزت و ناموس کی پاکیزگی کو یقینی بنائے اور منفی طرزِ عمل سے کسی کی عزت کے لئے خطرہ نہ بنے۔ اسلامی تعلیمات میں بدکاری، بد چلنی، زناکاری، فواحش اور لغویات جیسے امور پر سخت پابندی عائد کی گئی ہے اور ایسے چلن اختیار کرنے والوں کے لئے اسلام نے سزاؤں کا تعین کیا ہے۔

﴿ ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِى فَٱجْلِدُواْ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ﴾ (30)

"بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والے مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے) تو دونوں میں سے ہر ایک کو سو دُرے مارو"۔

قرآنی تعلیمات میں اللہ کے محبوب بندوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ کبھی بھی بد چلنی کا راستہ اختیار نہیں کرتے بلکہ اپنی فطری خواہشات کو فطری تقاضوں کے ذریعے پورا کرتے ہیں اور اس طرزِ عمل کے حامل لوگ ہی دراصل امن و عافیت کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

﴿ وَٱلَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلاَّ عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنِ ٱبْتَغَىٰ وَرَآءَ ذٰلِكَ فَأُوْلَـٰئِكَ هُمُ ٱلْعَادُونَ﴾ (31)

"اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا (کنیزوں سے) جو ان کی ملکیت ہوتی ہیں کہ (ان سے مباشرت کرنے سے) انہیں ملامت نہیں اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ خدا کی مقرر کی ہوئی حد سے نکل جانے والے ہیں"۔

قرآن مجید میں اس حقیقت کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص بد کرداری کے عمل کو سرانجام دے تو دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دنیا کی ذلت بے چینی، بگاڑ اور روحانی و جسمانی بیماریوں کی صورت میں ہو گی اور آخرت میں رسوئی جہنم کے عذاب کی صورت میں ہو گی جو عذاب ذلیل کر دینے والا ہو گا۔

﴿وَلاَ يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَاماً يُضَاعَفْ لَهُ ٱلْعَذَابُ يَوْمَ ٱلْقِيامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَاناً﴾ (32)

"اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہو گا قیامت کے دن اس کو دُگنا عذاب ہو گا اور ذلت و خواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا"۔

خلاصہ بحث:

قرآن مجید میں مذکور اور امر ونواہی کا صرف اور صرف مقصد یہ ہے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پاکیزہ ہو اور انسان کو تمام نسبتوں کے اعتبار سے ہدایت نصیب ہو۔ یقیناً وہ لوگ جو قرآنی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی کے امور ترتیب دیتے ہیں ان کے دنیاوی معاملات میں بہتری آتی ہے فکر اور نظریے کی پاکیزگی، عمل و کردار کی سچائی اور اعلیٰ اخلاقی اوصاف ترتیب و تشکیل پاتے ہیں اور انسان ہدایت کی دنیا کو دریافت کرتا ہے۔ آج کے اس کسمپرسی اور محتاجی کے دور میں ہر مسلمان کو قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور قرآن مجید کے اوامر ونواہی کے پہلو کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی کے معاملات ترتیب دینے چاہیں کیونکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اگر کوئی قوم آسمانی حقائق (وحی) کو بنیاد پر اپنے معاشرتی معاملات کا تعین کرتی ہے تو وہ قوم دنیا میں عزت اور سربلندی پاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں اور برکتیں نصیب ہوتی ہیں۔ امن، اطمینان، سلامتی اور خیر وبرکت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ یونس ۱۰:۵۷

۲۔ ابراہیم ۱:۴۱

۳۔ بنی اسرائیل ۷۱:۹

۴۔ المائدہ ۶۱،۵۱:۵

۵۔ البقرہ ۲:۵۸۱

۶۔ المائدہ ۵:۸۴

۷۔ الحجر ۵۱:۹

۸۔ الفرقان ۱:۵۲

۹۔ الانبیائ ۱۲:۰۱

۱۰۔ الزخرف ۴۴:۳۴

۱۱۔ الزمر ۹۳:۱

۱۲۔ حم السجدہ ۲۳:۲

۱۳۔ الحجرات ۳۱:۹۴

۱۴۔ لقمان ۳۱:۱۳

۱۵۔ لقمان ۱۳:۸۱

۱۶۔ لقمان ۹۱:۱۳

۱۷۔ المومنون ۳:۳۲

۱۸۔ الفرقان ۳۶:۵۲

۱۹۔ الفرقان ۲۷:۵۲

۲۰۔ الحجرات ۹۴:۱۱

۲۱۔ الحجرات ۹۴:۱۱

۲۲۔ الحجرات ۹۴:۲۱

۲۳۔ الحجرات ۲۱:۹۴

۲۴۔ الحجرات ۹۴:۶

۲۵۔ الفرقان ۳۷:۵۲

۲۶۔ الصف ۱۶:۲،۳

۲۷۔ الفرقان ۵۲:۷۶

۲۸۔ الفرقان ۸۶:۵۲

۲۹۔ المائدہ ۵:۲۳

۳۰۔ النور ۴۲:۲

۳۱۔ المومنون ۳۲:۵،۶،۷

۳۲۔ الفرقان ۹۶،۵۲:۸۶